مسجد کے اندر اذان دینے کی کراہت کے قائلین کے دلائل کا ناقدانہ جائزہ

Critical Study of Opinions about Call for Prayer inside the Mosque

Muhammad Shafique *
Nawaz al-Hassani**

Abstract

Azān is an important symbol of Islam whose melodious verses' voice differentiate Islam fron other religions. To call for prayer and Juma started in 2nd Hijri in the city of Madina and call for five times prayer was delivered on the roof of Mosque of Prophet Muhammad PBUH. Hazrat Ameer Mu'āwiyah (d680) built minarets beside the mosques to let voice heard far away during his reign, then call for five times prayer started to be delivered on those minarets and Juma prayer's second call began to be given on the main gate when the Scholar sat on the pulpit. In 1900, When Speaker started to be used, Prayer call started to be given in the mosque on speaker and now Ummah is following it that call for five times prayer is given inside the mosques. In this article, the openions of jurists have been discussed about the matter of delivering call for prayer inside the mosques.

Keywords: Islam, Mosques, Call for prayer, Openions, Islamic Jurists,

پوری دنیا میں مذاہب سماویہ و غیر سماویہ کے ماننے والے اپنی عبادات اور پوجا کے اوقات میں اپنے ہم مذہب و ہم مسلک لوگوں کو مخصوص الفاظ اور آلات کے ساتھ مطلع کرتے ہیں۔ اسلام میں جن مخصوص الفاظ کے ساتھ مسلمانوں کو پنج گانہ نماز کی باجماعت ادائیگی کے لیے مطلع کیا جاتا ہے، اُن مخصوص الفاظ کو اذان کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، اذان شعائر اسلام میں سے ایک اہم شعار ہے، جس کے دلآویز کلمات کی جابجا پکار سے دارالاسلام اور دار لکفر میں فرق ہوتا ہے اور جس کے ذریعہ دن میں پانچ مرتبہ خالق کائنات و جان کائنات کا ذکر بلند کیا جاتا ہے اور مخلوق خدا اسے سن کر اللہ کے گھر مسجد میں حاضر ہوتی ہے۔ اذان کی اس معنوی جامعیت کا دائرہ کار اس قدر پھیلا ہوا ہے کہ شب و روز کا کوئی لمحہ ایسا نہیں کہ جب روئے زمین میں کسی نہ کسی جگہ اذان کی صدائے دل آویز بلند نہ کی جاتی ہو۔ بیسویں صدی کے آغاز تک عالم اسلام میں اذان کی

*Ph D Scholar, Department of Islamic Studies,University of Lahore.mshafique@gmail.com
**Prof. Department of Islamic Studies,University of Lahore:nawazhassani@gmail.com

آواز دور دراز تک پہنچانے کے لیے یہ عمل جاری رہا کہ؛ پنج گانہ نماز کی اذان مسجد سے باہر مینار پر دی جاتی یا پھر کسی بلند جگہ پر دی جاتی پھر بیسویں صدی کے آغاز میں جب سپیکر ایجاد ہوا، تو اذان مسجد کے اندر دی جانے لگی اور بذریعہ لاؤڈ سپیکر اذان کی آواز دور دراز تک پہنچائی جانے لگی جس پر عالم اسلام کے بعض علماء نے مسجد کے اندر سپیکر پر اذان دینے کو ناجائز و حرام اور مکروہ قرار دیا اور اپنے اس موقف پر دلیل دیتے ہوئے کسی نے کہا کہ مسجد کے اندر اذان دینا خلاف سنت ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے اور کسی نے کہا کہ؛ اذان چونکہ اعلان ہے اور مسجد میں اعلان کرنے سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے لھذا اذان بھی اعلان ہونے کی وجہ مسجد کے اندر دینا جائز نہیں ہے۔

زیر نظر تحریر میں اذان کی ابتدا کب، کیسے اور کہاں ہوئی؟ اذان دینے کی عہد بعہد تاریخ، اذان دینے کی علت و غرض اور اس کے فضائل و مسائل بیان کرتے ہوئے مسجد کے اندر اذان دینے کو عالم اسلام کے بعض علماء کے ناجائز و حرام اور مکروہ قرار دینے کے موقف کا ناقدانہ جائزلیا جائے گا۔

اذان کا لغوی معنی:۔

لغوی معنی کے اعتبار سے "کسی بات کی اطلاع دینے، آگاہ کرنے اور کسی بات کے کثرت کے ساتھ اعلان کرنے کو اذان کہتے ہیں"۔[1]

لفظ اذان کے مذکورہ معانی کلام پاک میں مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیے گئے ہیں:

"ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ "-[2] پھر ایک پکارنے والے نے پکارا۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: "وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ"-[3]

اور (اے ابراہیم) آپ لوگوں میں با آواز بلند بکثرت حج کا اعلان کیجیے۔

2-افریقی، محمد بن مکرم بن منظور، لسان العرب، لبنان بیروت، دار صادر/ 9:13۔ زبیدی، محمد بن محمد، مرتضی، حسینی، حنفی، تاج العروس من جواہر القاموس، بیروت، دار الفکر/ 161:34۔

[2] ۔یوسف:70۔

[3] ۔الحج:27۔

شرعی واصطلاحی معنی:۔

"في الشرع:الإعلام بوقت الصلاة بألفاظ معلومة مأثورة". [4]

شرعی واصطلاحی معنی کے اعتبار سے "بوقت نماز ماثور و مخصوص الفاظ کے ساتھ اعلان کرنا اذان کہلاتا ہے"۔

مندرجہ بالا شرعی معنی کی صحت پر مندرجہ ذیل آیات واحادیث دلالت کرتی ہیں:

"إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ "۔[5]

جب جمعہ کی اذان (اول) دے دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑا کرو اور تجارت چھوڑ دیا کرو۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

" إِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ"۔[6] جب تم نماز کی ادائیگی کے لیے اذان دیتے ہو۔

صحیح بخاری میں ہے:

"قال بين كل أذانين صلاة"۔[7] ہر دو اذانوں کے درمیان میں نماز ہے۔

اذان کی ابتداء:۔

مکہ مکرمہ میں شب معراج نماز کی فرضیت کے ساتھ ہی شارع علیہ السلام کو کلمات اذان بھی تعلیم کر دیئے گئے تھے لیکن اذان مکہ مکرمہ میں مشروع نہیں کی گئی بلکہ بوقت نماز جس قدر صحابہ کرام بارگاہ نبوی میں موجود ہوتے اُنہیں بوقت نماز "الصلوة جامعة" کے الفاظ کے ذریعہ آگاہ کر دیا جاتا۔[8] پھر جب جان کائنات ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہو گئے اور کعبہ کو قبلہ بنا دیا گیا تو باقاعدہ باجماعت نماز پڑھنے

[4] ۔الجرجاني، علي بن محمد بن علي، الزين، الشريف، السيد، مير، كتاب التعريفات، لبنان، بيروت، دار الكتب العلمية/16۔

[5] ۔الجمعة:9۔

[6] ۔المائدة:58۔

[7] ۔بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار طوق النجاۃ، باب بدء الاذان / رقم الحدیث:624۔

[8] ۔سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، لاہور، اردو بازار، فرید بک سٹال، ج3، ص225۔

کا سلسلہ شروع ہوا۔[9] جب نماز کا وقت ہوتا تو صحابہ وصحابیات جان عالم کی اقتدا میں نماز ادا کرنے کے لیے بذات خود جمع ہو کر نماز ادا کرتے۔ باجماعت نماز ادا کرنے کے لیے کوئی اعلان یا اذان وغیرہ کا رواج نہ تھا[10]، شروع میں چونکہ نمازیوں کی تعداد کم تھی تو حضرت بلال بلند آواز سے اتنا کہہ دیتے "الصلوۃ جامعۃ"[11] پھر رفتہ رفتہ جب نمازیوں کی تعداد میں کافی اضافہ ہو گیا، تو اب تمام لوگوں کا محض اندازے سے جماعت کے وقت پہنچ جانا ایک مشکل کام تھا لہذا کبھی تو ایسا ہوتا کہ بعض لوگ باجماعت نماز ادا کرنے کے شوق میں کام کاج چھوڑ کر جلدی مسجد میں آجاتے اور جماعت کھڑی ہونے کا انتظار کرتے جس سے ان کے معمولات زندگی متاثر ہوتے جبکہ بعض لوگ کام کاج کر کے نماز کے لیے آتے تو جماعت ہو چکی ہوتی اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے جماعت کے قیام کی کوئی علامت ونشانی مقرر کیے جانے کی شدت سے ضرورت محسوس کی جانے لگی جسے سن کر یا دیکھ کر سارے نمازی مسجد میں جمع ہو جائیں اور نماز باجماعت ادا کریں۔ لہذا رسول رحمت نے اس مسئلہ کے حل کے لیے اپنے صحابہ کرام کو مشورہ کے لیے جمع فرمایا اور تمام شرکاء کو اظہار رائے کی دعوت دی، باوجود یہ کہ رحمت عالم کو اس مسئلہ کے حل کی بذریعہ وحی شب معراج پہلے ہی اطلاع دے دی گئی تھی، جب مجلس مشاورت قائم ہوئی تو ایک صاحب کہنے لگے کہ نماز کے وقت ایک جھنڈا اونچا کر کے لہرا دیا جائے سب لوگ اسے دیکھ کر بروقت مسجد میں پہنچ جائیں، دوسرے صاحب بولے کہ ہم بھی یہودیوں کی طرح بگل بجا دیا کریں جسے سن کر لوگ مسجد میں جمع ہو جائیں۔ رحمت عالم نے اس رائے کو ناپسند کیا اور فرمایا "ھومن امرالیھود" (یہ یہودیوں کا طریقہ کار ہے) یعنی یہ ہمیں زیب نہیں دیتا۔ ایک اور صاحب بولے ناقوس پھونکنا چاہیے۔ شارع علیہ السلام نے یہ تجویز بھی ناپسند فرمائی اور فرمایا "ھومن النصاری" (ناقوس پھونکنا عیسائیوں کا معمول ہے)۔ کسی نے مشورہ دیا کہ اونچی جگہ پر آگ روشن کر دی جائے، اس کے شعلوں کو دیکھ کر لوگوں

---

[9] ۔ القشیری، مسلم بن حجاج، الصحیح، بیروت، دار احیاء التراث العربی، باب بدء الاذان / رقم الحدیث: 863۔

[10] ۔ صحیح بخاری، باب بدء الاذان / رقم الحدیث: 604۔ صحیح مسلم / رقم الحدیث: 863۔

[11] ۔ ایضا۔ سبل الھدی والرشاد فی سیرت خیر العباد، باب بدء الاذان، ج3، ص 351۔

کو نماز کا علم ہو جائے گا۔رحمت للعالمین نے فرمایا"ذالک للمجوس"[12](یہ مجوسیوں کا شیوہ ہے)۔ہمارے لیے یہ موزوں نہیں جناب عمر یہ تمام تجویزیں سنتے رہے آخر میں عرض کی "اولاتبعثون رجلاینادی بالصلوۃ"(کیایہ مناسب نہیں کہ جب نماز کاوقت ہو،ایک شخص بلند آواز سے اس کا اعلان کردے ؟)مرشد برحق نے اس تجویز کو پسند فرمایا۔اور بلال کو حکم فرمایا:"یابلال قم فناد بالصلوۃ"[13](اے بلال اٹھو اور لوگوں میں نماز کے وقت کا اعلان کرو)۔اس مجلس مشاورت میں حضرت عبد اللہ بن زید بھی حاضر تھے۔اس معاملہ کے بارے میں انھوں نے بھی نبی کائنات کی بے چینی ملاحظہ فرمائی تھی۔اور یہ خود بھی بہت مضطرب اور بے چین ہو گئے تھے دن بھر اسی قلق واضطراب میں گزرا،رات کو بے چینی سے بستر پر کروٹیں بدلتے رہے۔آخر کار آنکھ لگ گئی خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص ہے،جس نے دو سبز چادریں اوڑھی ہوئی ہیں اور ہاتھ میں ناقوس پکڑا ہوا ہے ۔عبد اللہ بن زید نے اس سے کہا"یاعبداللہ اتبیع هذاالناقوس؟" اے بندہ خدا!کیا یہ ناقوس بیچو گے ؟اُس نے پوچھا تم اسے لے کر کیا کرو گے ؟انہوں نے کہا کہ ہم اس سے لوگوں کو نماز کی دعوت دیں گے۔خواب میں آنے والے نے کہا کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں ؟بولے بڑی نوازش ہو گی،اس نے کہا جان عالم سے گزارش کرو کہ آپ لوگوں کو نماز کی دعوت اس طرح دیا کریں۔

"اَللّٰہُ أَکْبَر ،اللّٰہُ أَکْبَر اللّٰہُ أَکْبَرُ ، اللّٰہُ أَکْبَرُ
أَشْہَدُ أَنْ لاَ إِلَہَ إِلاَّ اللہ أَشْہَدُ أَنْ لاَ إِلَہَ إِلاَّ اللّٰہُ
أَشْہَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللہ أَشْہَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللہ
حَیَّ عَلَی الصَّلاَةِ حَیَّ عَلَی الصَّلاَۃ
حَیَّ عَلَی الْفَلاَحِ حَیَّ عَلَی الْفَلاَح
اَللّٰہُ أَکْبَرُ ،اللّٰہُ أَکْبَر لاَ إِلَہَ إِلاَّ اللّٰہُ"

12 ۔ابو عیسی،محمد بن عیسی،الجامع السنن،مصر،شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابي،الحلبي،باب بدء الاذان / رقم الحدیث:190۔
13۔السہیلی،عبد الرحمن بن عبد اللہ،الروض الانف،ملتان،مکتبہ فاروقیہ،الجزء الثانی،ص240،باب بدء الاذان۔

عبداللہ بن زید کہتے ہیں: میری آنکھ کھلی تو میں بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوا اور اپنا خواب سنایا خواب سن کر نبی رحمت بولے:"انہا لرؤیا حق ان شاء اللہ تعالی"۔

حضرت فاروق اعظم نے بھی اسی رات کو ایسا ہی خواب دیکھا لیکن آدھی رات کو بے آرام کرنے کی جسارت نہ کی سوچا صبح ہوگی تو جان عالم کو عرض کردوں گا۔ جب صبح صادق ہوئی تو نبی رحمت نے عبداللہ بن زید کو فرمایا کہ بلال کو ساتھ لے جاؤ تم اسے اذان کے کلمات بتاتے جاؤ، اور وہ اذان کہتا جائے گا۔ حضرت بلال کی اذان جب مدینہ طیبہ کی فضا میں گونجی تو حضرت عمر نے بھی سن لی یارائے ضبط نہ رہا اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے دوڑے، حاضر خدمت ہو کر عرض کیا:"والذی بعثک بالحق یارسول اللہ لقد رایت مثل الذی رای" اس ذات باری تعالی کی قسم جس کی طرف سے آپ حق کے ساتھ مبعوث کیے گئے ہیں۔ میں نے بھی اسی طرح کا خواب دیکھا ہے[14]۔ یوں (۲) دو ہجری کو باقاعدہ اذان دینے کا آغاز ہوا۔ اور بلال حبشی پہلے مؤذن قرار پائے۔

المعجم الاوسط کے حوالہ سے ابن حجر العسقلانی سے مروی ہے کہ: حضرت ابو بکر صدیق نے بھی اذان کا خواب دیکھا تھا۔ امام حامد بن محمد غزالی نے الوسیط میں لکھا ہے کہ: دس سے زیادہ صحابہ نے اذان کا خواب دیکھا تھا۔ "شرح التنبیہ" میں ہے کہ: چودہ صحابہ نے اذان کا خواب دیکھا تھا۔[15]

شروع میں چونکہ مسجد نبوی شریف کی چھت پست اور چھپر نما تھی۔ لھذا حضرت بلال مسجد نبوی سے متصل گھروں میں سے ایک انصاریہ صحابیہ کے گھر کی چھت پر اذان دیتے تھے، جو ارد گرد کے گھروں میں سب سے زیادہ بلند اور پختہ تھا[16] بعد میں جب مسجد نبوی شریف کی چھت کو کھجور کے تنوں کے چھتیر اور کڑی نامی لکڑی کے بالے ڈال کر پختہ بنا دیا گیا، تو جناب بلال مسجد نبوی کی چھت پر چڑھ کر اذان دیتے، یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہا کہ: پنج گانہ نماز کی اذان حضرت بلال مسجد نبوی کی چھت پر دیتے۔ پھر جب

---

[14] ۔ایضا۔ سبل الھدی والرشاد فی سیرت خیر العباد، باب بدء الاذان، ج3، ص351۔

[15] ۔العسقلانی، احمد بن علی بن حجر، فتح الباری شرح البخاری، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، ج2، ص78۔

[16] ۔سیرت ابن ہشام، باب خبر الاذان، ج1، ص507۔

(2) دو ہجری میں نماز جمعہ کا آغاز ہوا، توحضرت بلال روزمرہ کی پنج گانہ نمازوں کے لیے اذان مسجد نبوی کی چھت پر دیتے[17] اور جمعہ کی اذان منبر شریف کے سامنے اس وقت دیتے جب رسول رحمت منبر پر بیٹھ جاتے، اور ایک روایت کے مطابق مسجد کے دروازہ پر اس وقت اذان دیتے جب رسول خدا منبر پر تشریف فرما ہو جاتے[18]۔ جان عالم کی ظاہری زندگی میں اور سیدنا صدیق اکبر و عمر بن خطاب کے دور خلافت میں یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہا۔ یاد رہے کہ جان عالم اور شیخین کے ادوار مبارکہ میں جمعہ کی ایک ہی اذان ہوتی تھی۔

پھر حضرت عثمان ذوالنورین کا دور خلافت شروع ہوا، تو آپ نے آبادی بڑھ جانے اور لوگوں کے مشاغل کی کثرت کی وجہ سے جمعہ کے دن دو اذانیں دینے کا حکم جاری فرمایا۔ پہلی اذان ظہر کے ابتدائے وقت میں مدینہ منورہ کے بازار میں ایک بلند مقام، مقام زوراء پر دی جاتی تھی اور دوسری اذان جناب عثمان ذوالنورین کے سامنے، منبر کے پاس اور ایک روایت کے مطابق مسجد نبوی کے دروازہ پر آپ کے منبر پر بیٹھ جانے کے بعد دی جاتی تھی۔[19]

حضرت عثمان ذوالنورین کے زمانہ حکومت سے لیکر جناب امیر معاویہ کے دور حکومت کے اول زمانہ تک یوں ہی یہ عمل جاری رہا یعنی پنج گانہ نماز کی اذان مسجد کی چھت یا کسی بلند مقام پر دی جاتی اور جمعہ کی پہلی اذان مدینہ منورہ میں مدینہ منورہ کے بازار، مقام زوراء پر اور دیگر شہروں میں پہلی اذان مسجد کی چھت یا کسی بلند مقام پر دی جاتی تھی، جب کہ دوسری اذان منبر کے پاس خطیب کے سامنے اس وقت دی جاتی تھی ، جب خطیب منبر پر بیٹھ جاتا تھا۔[20]

---

[17] ۔ ابن عابدین، محمد بن محمد امین، الشامی، رد المحتار، کوئٹہ، پاکستان، مکتبہ ماجدیہ، ج3، ص193۔

[18] ۔ السجستانی، سلیمان بن اشعث، ابو داؤد، السنن، لبنان، دار الفکر، باب النداء یوم الجمعۃ / رقم الحدیث:1087۔

[19] ۔ السنن ابی داؤد، باب النداء یوم الجمعۃ / رقم الحدیث:1087۔ الکاسانی، علاؤ الدین ابو بکر، بدائع الصنائع، بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ج1، ص376۔

[20] ۔ رد المحتار، ج3، ص193۔

پھر عالم اسلام کی سرحدوں میں اضافہ ہوا، اور مسلمان اطراف واکناف عالم میں پھیل گئے، آبادی بڑھ گئی۔ اور دولت کی فراوانی کے باعث بلند و بالا منزلیں اور چوبارہ بننے لگے۔ اور عرب کے بادیہ نشین شہروں میں رہائش پذیر ہو کر عالی شان گھروں اور محلات میں رہنے لگے، تو اب محض مسجد کی چھت یا کسی بلند جگہ پر اذان دینے سے اذان کی آواز لوگوں تک نہیں پہنچ پاتی تھی۔ لھذا لوگوں تک اذان کی آواز پہنچانے کے لیے حضرت امیر معاویہ کے زمانہ حکومت میں آپ کے حکم سے اذان کے لیے مساجد کے ساتھ مینار بنائے گئے یا ایک روایت کے مطابق آپ کے حکم سے صحابی رسول حضرت سلمہ بن خلف نے اور دوسری روایت کے مطابق شرحبیل بن عامر المرادی نے مصر میں سب سے پہلے اذان کے لیے مینار بنوایا، مینار بننے کے بعد پنج گانہ نمازاور جمعہ کی اذان اول مسجد سے باہر مسجد سے متصل مینار پر دی جانے لگی۔ اوراذان ثانی منبر کے پاس خطیب کے سامنے دی جانے لگی۔[21]

پھر رفتہ، رفتہ آواز دور تک پہنچانے کی غرض سے جمعہ کی اذان ثانی خطیب کے سامنے مسجد کے بیرونی دروازہ پر اُس وقت دی جاتی جب خطیب منبر پر بیٹھ جاتا، یوں کئی صدیوں سے امت میں پنجگانہ نماز کی اذان مینار پر اور جمعہ کی اذان ثانی خطیب کے سامنے مسجد کے بیرونی دروازہ پر دینے کا عمل جاری رہا۔

پھر بیسویں صدی کے شروع میں جب سپیکر کا استعمال شروع ہوا[22]، تو عالم اسلام بھی اس جدید ٹیکنالوجی سے استفادہ کرنے لگا پھر یہ سلسلہ مزید آگے بڑھا، تو 1930ء میں بعض مساجد میں پنج گانہ نماز کی اذان مینار کی بجائے مسجد کے اندر لاؤڈ سپیکر پر دی جانے لگی[23]۔ شروع شروع میں بعض علماء نے اس کی شدید مخالفت کرتے ہوئے مساجد کے اندر لاؤڈ سپیکر پر اذان دینے کو ناجائز وحرام قرار دیا۔ بعض علماء نے اذان و نماز دونوں کے لیے سرے سے لاؤڈ سپیکر کے استعمال کو ناجائز قرار دیا۔ بعض علماء نے سپیکر کا استعمال

21۔ ایضا۔ البابرتی، محمد بن محمد بن محمود، ابو عبداللہ، العنایہ شرح الھدایہ، دارالفکر، ج2، ص416۔

22۔ www.wikipedia loudspeaker in mosque.

23. Ibd.

تو جائز قرار دیا، البتہ مسجد کے اندر کلمات اذان کی ادائیگی کو ناجائز و حرام قرار دیا اور مسجد سے باہر متصل کمرہ بنوا کر اس میں سپیکر رکھ کر اذان دینے کا فتوی جاری کیا۔

پھر مسجد میں اذان دینے کے عدم جواز کے قائل علماء و مفتیان نے رفتہ رفتہ اس مسئلہ پر خاموشی اختیار کر لی اور مساجد کے ائمہ اور مؤذنون مساجد کے اندر سپیکر پر اذان دینے لگے۔ اب شاذ و نادر ہی کوئی ایسی مسجد ہو گی، جس کی اذان مسجد سے باہر دی جاتی ہو۔ لھذا ہمارے زمانہ میں عالم اسلام میں یہی عرف جاری ہے کہ پنج گانہ نمازوں کی اذان مسجد کے اندر دی جاتی ہے، جس پر عدم جواز کے قائل علماء خاموش ہیں اور ان علماء کی خاموشی مسجد کے اندر اذان دینے کے جواز کی بڑی دلیل بن گئی ہے البتہ بعض جگہیں جہاں پرانے علماء موجود ہیں، وہ اب بھی اپنی مساجد میں مسجد سے باہر متصل کمرہ میں اذان دلواتے ہیں۔

فضائل اذان:۔

بندہ مومن کے اعمال صالحہ میں سے اذان ایک ایسا عمل ہے جسے ادا کرنے والے کے لیے نبی رحمت نے مندرجہ ذیل فضائل بیان فرمائے ہیں:

1۔ رسول کریم کا فرمان عالی شان ہے: "شیطان جب اذان سنتا ہے تو روحا نامی مقام کی طرف بھاگ جاتا ہے" حدیث کے راوی (حضرت جابر) سے سوال کیا گیا کہ: روحا (مدینہ سے) کتنی مسافت پر ہے؟ تو آپ نے کہا کہ؛ وہ مدینہ سے چھتیس میل دور ہے۔[24]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب اذان ہوتی ہے تو شیطان چھتیس میل دور بھاگ جاتا ہے۔

2۔ "حضرت عبد الرحمن ابی صعصہ سے حضرت ابو سعید خدری نے کہا کہ ": میں تمہیں دیکھتا ہوں تمہیں بکریاں اور جنگلات پسند ہیں پس جب تم اپنی بکریوں کے ساتھ جنگل میں ہو تو نماز کے لیے اذان دیا کرو اور با آواز بلند اذان کہا کرو، کیونکہ مؤذن کی آواز جو بھی جن وانس اور جو بھی چیز سنتی ہے وہ بروز قیامت مؤذن کے اذان دینے کی شہادت دے گی"[25]۔

---

[24] ۔ صحیح مسلم، باب فضل الاذان، ج1،290 / رقم الحدیث: 388۔

[25] ۔ صحیح بخاری، ج1، کتاب الصلوۃ / رقم الحدیث: 609

3۔ "اذان کی فضیلت بیان کرتے ہوئے حضرت ابو ھریرہ فرمایا کہ میرے محبوب نے فرمایا: شیطان جب اذان کی آواز سنتا ہے تو زور سے پاد لگاتا ہوا بھاگ جاتا ہے تاکہ؛ اذان کی آواز نہ سنے اور مؤذن کے خاموش ہو جانے کے بعد واپس آجاتا ہے، اور نمازی کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے"۔[26]

4۔ اسی طرح اذان کی فضیلت اس حدیث سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ جان کائنات نے فرمایا کہ: "جہاں جہاں تک مؤذن کی اذان پہنچتی ہے، وہاں تک اسکی مغفرت ہو جاتی ہے اور ہر خشک وتر میں سے جو چیز اذان سن کر گواہی دیتی ہے اُس کی بھی بخشش کر دی جاتی ہے اور مؤذن کو پچیس نیکیاں ملتی ہیں"۔[27]

5۔ ایسے ہی ابو سعید خدری سے مروی ایک حدیث میں اذان کی فضیلت مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کی گئی ہے کہ: انہوں نے رسول کریم کو فرماتے ہوئے سنا کہ "ہر جن وانس، پتھر اور درخت مؤذن کی اذان کی گواہی دیتا ہے"۔[28]

مذکورہ بالا تحقیق سے اذان کی لغوی واصطلاحی معنویت، اذان دینے کا مقصد اور غرض وعلت، اذان کی ابتداء کب اور کیسے ہوئی؟ اذان کی عہد بعہد تاریخ اور اذان کی فضیلت واضح ہو گئی ہے۔ اب ہم مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں مسجد کے اندر لاؤڈ سپیکر پر اذان دینے کے عدم جواز کے قائل فقہاء کے دلائل کا ناقدانہ جائزہ لیں گے تاکہ؛ اذان کے حوالہ سے ذہنوں میں پیدا ہونے سوالات کے جوابات حاصل ہونے کے ساتھ، ساتھ حق بھی واضح ہو جائے۔

مسجد کے اندر اذان دینے کی کراہت کے قائل فقہاء کے دلائل:۔

چھٹی صدی ہجری اور بعد کے فقہائے احناف میں سے امام ابن ھمام، علامہ الزیلعی، علامہ عبد الرشید حنفی، شمس الدین القہستانی، ابن نجیم، علامہ الطحطاوی، مولانا احمد رضا خان بریلوی اور مولانا نور اللہ نعیمی وغیرہم

---

[26] ۔ صحیح مسلم، باب فضل الاذان، ج1، ص291/ رقم الحدیث:389۔

[27] ۔ الصنعانی، عبد الرزاق بن ھمام بن نافع، المصنف، الھند، المجلس العلمی، ج1، ص484/ رقم الحدیث:1863۔

[28] ۔ ایضا/ رقم الحدیث:1865۔

کا مؤقف یہ ہے کہ؛ جمعہ اور پنج گانہ نماز کے لیے مسجد کے اندر اذان دینا مکروہ ہے۔ چنانچہ فتاوی قاضی خاں میں ہے:

"ان یؤذن علی المئذنة او خارج المسجد ولا یؤذن فی المسجد"۔[29]

اذان مینارے پر یا مسجد سے باہر دی جائے اور مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے۔

فتح القدیر میں ہے:

"الاقامة فی المسجد لابد و اما الاذان فی المئذنة فان لم یکن ففی فناء المسجدو قالوا لایؤذن فی المسجد"۔[30]

اقامت لازمی طور پر مسجد کے اندر پڑھی جائے، بہر حال اذان تو وہ مینارہ پر ہو۔ اگر مینارہ نہ ہو تو مسجد سے باہر مسجد سے متصل زمین پر ہو۔ علماء نے کہا مسجد میں اذان نہ دی جائے۔ بحر الرائق میں ہے:

"یسن الاذان فی موضع عال و الاقامة علی الارض و فی المغرب اختلاف المشائخ و الظاہر انه یسن المکان العالی فی اذان المغرب ایضا کما سیاتی و فی السراج الوہاج وینبغی ان یؤذن فی موضع یکون اسمع للجیران۔۔۔۔ و فی الخلاصة و لایؤذن فی المسجد" -[31]

بلند جگہ میں اذان دینا سنت ہے اور اقامت زمین پر کہنا سنت ہے اور مغرب کی نماز میں علماء کا اختلاف ہے ۔ ظاہر یہ ہے کہ: مغرب کی اذان بھی بلند جگہ پر کہنا سنت ہے، جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ السراج الوہاج میں ہے مناسب یہ ہے کہ اذان بلند جگہ میں دی جائے تاکہ مسجد کے پڑوسی بھی اذان سن سکیں اور خلاصہ میں کہا گیا ہے کہ مسجد میں اذان نہ دی جائے۔

حاشیہ الطحطاوی میں ہے:

---

[29] ۔ قاضی خان،حسن بن منصور ،الاوزجندی،الفتاوی، مطبوعہ منشی نولکشور لکھنو، ج1، ص37۔

[30] ۔ ابن ھمام، محمد بن عبد الواحد، کمال الدین، فتح القدیر، سکھر، مکتبہ نوریہ، باب الاذان، ج1، ص215۔

[31] ۔ابن نجیم،زین الدین بن اِبراھیم بن محمد،البحر الرائق شرح کنز الدقائق،دار الکتاب الِاسلامي،باب الاذان،ج1، ص268۔

"يكره أن يؤذن في المسجد كما في القهستاني عن النظم فإن لم يكن ثمة مكان مرتفع للأذان يؤذن في فناء المسجد كما في الفتح"-[32]

مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے، جیسا کہ قہستانی میں نظم سے منقول ہے، ہاں اگر اذان دینے کے لیے کوئی بلند جگہ نہ ہو تو پھر مسجد کے صحن میں اذان پڑھی جائے۔

خلاصۃ الفتاوی میں ہے:

"اذان مسجد کے مینار یا مسجد سے باہر دی جائے اور مسجد میں اذان نہ دی جائے"۔[33]

امام الزیلعی لکھتے ہیں:

"من السنة الأذان في المنارة ، والإقامة في المسجد"-[34]

سنت یہ ہے کہ اذان مینارہ میں ہو اور اقامت مسجد میں۔

فتاوی عالمگیری میں ہے:

"ينبغي أن يؤذن على المئذنة أو خارج المسجد ولا يؤذن في المسجد كذا في فتاوى قاضي خان"-[35]

"فالأذان المعروف الآن على المئذنة"-[36]

مولانا احمد رضا خاں کے استفتاء کے جواب سے بھی یہی مستفاد ہے کہ مسجد کے اندر اذان دینا مکروہ ہے چنانچہ وہ ایک استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں:

---

[32] ۔الطحطاوی، احمد بن محمد بن إسماعیل، حاشیۃ الطحطاوي علی مراقي الفلاح شرح نور الإیضاح، لبنان، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ج1، ص197۔

[33] ۔البخاری، طاہر بن احمد بن عبد الرشید، خلاصۃ الفتاوی، کوئٹہ، مکتبہ رشیدیۃ، ج1، ص49۔

[34] ۔الزیلعی، عثمان بن علي بن محجن، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، القاہرہ، بولاق، المطبعۃ الکبری الأمیریۃ، ج، 1ص264۔

[35] ۔الفتاوی الھندیۃ، الفصل الثانی فی کلمات الاذان، دار الفکر / 55:1۔

[36] ۔الجزیری، عبد الرحمن بن محمد عوض، الفقہ علی المذاھب الأربعۃ، لبنان، بیروت، دار الکتب العلمیہ / 343:1۔

"اذان مینار پر یا مسجد کے باہر دی جائے مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے"۔[37]

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

"علمائے کرام نے کراہت لکھی اور اسے مطلق رکھا اور مطلق کراہت غالباً کراہت تحریمی پر محمول ہوتی ہے"۔[38] یعنی علماء نے مسجد کے اندر اذان دینے کو مطلقاً مکروہ لکھا ہے۔

رواں صدی کے معروف فقیہ، مولانا محمد نوراللہ، نعیمی، بصیرپوری نے سنن ابی داؤد کی حدیث اور اپنے پیش رو فقہائے احناف کی عبارات سے استدلال کرتے ہوئے ایک استفتاء کے جواب میں لکھا کہ پنج گانہ نمازوں اور جمعہ کی اذان اول اور اذان ثانی مسجد کے اندر نہ پڑھی جائے۔ چنانچہ فتاوی نوریہ میں ہے:

"مسجد کے اندر اذان نہ پڑھی جائے"۔[39] دوسری جگہ پر لکھتے ہیں: "جمعہ کی اذان ثانی امام کے سامنے سنت ہے اور اذان اول دوسری نمازوں کی اذانوں کی طرح منارہ یا بلند مکان پر دی جاتی ہے جس کی تفصیل کتب فقہیہ میں ہے مگر امام کے سامنے کا یہ مطلب نہیں کہ مسجد کے مکان کے اندر یا باہر مکان کے سامنے نماز کی جگہ پر بلکہ نماز کی مقرر کردہ جائے مسجد جو کہ اصالۃً وہی مسجد ہے اس میں نہ دی جائے بلکہ اس جگہ سے باہر کہی جائے پھر خواہ مکان کے دروازہ میں ہو یا بیرونی مسجد کے دروازہ پر ہو"۔[40]

مسجد کے اندر اذان دینے کی کراہت کے قائل فقہاء کے دلائل کا ناقدانہ جائزہ:۔

چھٹی صدی ہجری اور بعد کے جن فقہائے احناف نے مسجد کے اندر اذان دینے کو مکروہ لکھا ہے انہوں نے اپنے اس موقف پر کوئی عقلی و نقلی دلیل پیش نہیں کی۔ البتہ ان علماء کی عبارات کے سیاق کلام سے یہ بات بطور اشارۃ النص معلوم ہوتی ہے کہ ان علماء نے عالم اسلام میں اذان کے حوالہ سے صدیوں سے جاری عرف و عادت کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ بات کہی ہے (کہ مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے) نہ کہ انہوں نے یہ

---

[37] ۔ بریلوی، احمد رضا، فتاوی رضویہ، لاہور، جامعہ نظامیہ، رضا فاؤنڈیشن / 362:5۔

[38] ۔ ایضاً / 402:8۔

[39] ۔ نعیمی، محمد نوراللہ، فتاوی نوریہ، اوکاڑہ، بصیرپور، دارالعلوم حنفیہ فریدیہ، کتاب الصلوۃ / 272:1۔

[40] ۔ ایضاً / 273:1۔

بات اس لیے کہی ہے کہ فی نفسہ مسجد کے اندر اذان دینا مکروہ ہے۔ کیونکہ سطور بالا میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ؛ دور رسالت مآب ﷺ سے لیکر چھٹی صدی ہجری تک عالم اسلام میں یہ تواتر و توارث اور عرف و عادت جاری رہا کہ؛ اذان کی آواز دور دراز تک پہنچانے کی علت و غرض کے پیش نظر پنج گانہ نماز اور جمعہ کی پہلی اذان مسجد کی چھت یا مسجد سے متصل مینار یا کسی بھی بلند جگہ پر دی جاتی تھی یہی وجہ ہے کہ؛ چھٹی صدی ہجری تک کی کتب فقہ میں اس مسئلہ پر کوئی بحث موجود نہیں کہ آیا مسجد کے اندر اذان دینا جائز ہے یا نہیں۔ پھر چھٹی صدی ہجری اور بعد کے علماء میں یہ بحث چھڑی کہ؛ مسجد میں اذان دینا جائز ہے یا نہیں تو اُس زمانہ کے علماء نے اذان کی علت و غرض (یعنی دور دراز تک اذان کی آواز پہنچانے) کے پیش نظر عالم اسلام میں جاری توارث و تواتر کو مد نظر رکھتے ہوئے کہا کہ؛ مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے۔ یعنی ان علماء نے امت میں جاری تواتر و توارث کی بنیاد پر مسجد کے اندر اذان دینے کو مکروہ لکھا تھا کیونکہ ان علماء کے زمانہ میں مسجد کے اندر اذان پڑھنے سے اذان دینے (یعنی دور دراز تک اذان کی آواز پہنچانے) کا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا تھا جبکہ اب یہ مقصد بذریعہ لاؤڈ سپیکر احسن طریقہ سے حاصل ہو سکتا ہے لھذا چھٹی صدی ہجری اور بعد کے علماء نے جس علت و غرض کی وجہ سے مسجد کے اندر اذان دینے کو مکروہ لکھا تھا اب وہ علت و غرض بذریعہ لاؤڈ سپیکر مسجد کے اندر اذان دینے سے حاصل ہو جاتی ہے لھذا عصر حاضر میں مسجد کے اندر لاؤڈ سپیکر پر اذان دینا جائز ہے۔

مسجد کے اندر لاؤڈ سپیکر پر اذان پڑھنے کے جواز پر مقالہ نگار کے دلائل:۔

میرے نزدیک مسجد کے اندر اذان دینا جائز ہے۔ جس کے میرے پاس مندرجہ ذیل عقلی و نقلی دلائل ہیں۔

نقلی دلائل:

جیسا کہ کتب سیرت اور کتب حدیث کے حوالہ سے ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ شارع علیہ السلام کی زندگی میں حضرت بلال مسجد نبوی شریف کی چھت پر اذان دیتے تھے اور اس بات پر امت کا اجماع و اتفاق ہے کہ؛ مسجد کی چھت مسجد ہی کے حکم میں ہوتی ہے تو حضرت بلال کا مسجد کی چھت پر اذان دینا مسجد کے اندر اذان دینے کے حکم میں ہوا کیونکہ زمین کا جو ٹکڑا ایک دفعہ مسجد بن جائے وہ قیامت تک، تحت الثری سے عرش اولی تک مسجد بن جاتا ہے۔ لھذا حضرت بلال کے عمل سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ مسجد کے اندر اذان دینا جائز ہے۔

فتاوی شامی میں ہے:

"قَالَ ابْنُ سَعْدٍ بِالسَّنَدِ إلَى أُمِّ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ كَانَ بَيْتِي أَطْوَلَ بَيْتٍ حَوْلَ الْمَسْجِدِ، فَكَانَ بِلَالٌ يُؤَذِّنُ فَوْقَهُ مِنْ أَوَّلِ مَا أَذَّنَ إلَى أَنْ بَنَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسْجِدَهُ فَكَانَ يُؤَذِّنُ بَعْدُ عَلَى ظَهْرِ الْمَسْجِدِ وَقَدْ رُفِعَ لَهُ شَيْءٌ فَوْقَ ظَهْرِهِ".[41]

ابن سعد کا بیان ہے کہ انصاری صحابیہ زید بن ثابت کی والدہ کا گھر مسجد نبوی کے ارد گرد کے گھروں میں سب سے زیادہ اونچا تھا، وہ کہتی ہیں کہ بلال ابتدا میں میرے گھر کی چھت پر چڑھ کر اذان دیا کرتے حتی کہ رحمت عالم نے مسجد کی چھت کو پختہ بنادیا تو حضرت بلال مسجد نبوی کی چھت پر اذان دیتے دیتے تھے اور مسجد کی چھت پر چڑھنے کے لیے کوئی سیڑھی وغیرہ لگادی گئی تھی۔

مذکورہ بالا حدیث سے واضح ہوا کہ حضرت بلال مسجد نبوی کی چھت پر اذان دیتے تھے۔

ایسے ہی متعدد کتب سیرت اور کتب احادیث میں یہ حدیث موجود ہے کہ فتح مکہ کے وقت حضرت بلال نے کعبہ کی چھت پر اذان پڑھی تھی۔

اتحاف الخیرہ میں ہے:

"عن عائشة قال أمر رسول الله ﷺ بلالا يوم فتح مكة فأذن على الكعبة".[42]

ام المؤمنین حضرت صدیقہ کائنات سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن بلال حبشی نے رسول کریم کے حکم سے کعبہ پر چڑھ کر اذان دی"۔

دوسری سند کے الفاظ اس طرح ہیں:

" أمر بلالا أن يؤذن يوم الفتح على ظهر الكعبة"۔[43]

---

[41] ۔ ردالمختار، ج۳، ص193۔

[42] ۔ البوصیری، احمد بن ابي بکر بن اسماعیل، اتحاف الخیرۃ المهرۃ بزوائد المسانید العشرۃ، مکتبہ الشاملۃ، ج5، ص243/ رقم الحدیث:4606۔ البیھقی، احمد بن الحسین بن علي بن موسی، دلائل النبوۃ، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ج5، ص79۔

[43] ۔ ایضا۔

اہل علم جانتے ہیں کہ زمین کا جو ٹکڑا، ایک دفعہ مسجد بن جائے وہ "تحت الثری سے عرش عُلیٰ" تک مسجد ہے، لہذا جیسے مسجد کا ہال، بر آمدہ، صحن مسجد ہے، ایسے ہی مسجد کی چھت بھی مسجد ہی ہے اور علماء نے یہ بھی کہا کہ جو حکم مسجد کے ہال، بر آمدہ اور صحن کا ہے، وہی حکم مسجد کی چھت کا بھی ہے، لہذا جب مسجد نبوی اور مسجد حرام (یعنی کعبہ) کی چھت پر اذان دینا صحیح احادیث سے ثابت ہونے کی وجہ سے جائز ہے، تو عالم اسلام کی دیگر مساجد کے ہال، بر آمدہ اور صحن وغیرہ میں بھی اذان دینا بطریق اولی جائز ہے۔

عقلی دلائل:

مسجد کے اندر اذان دینا عقلا بھی جائز ہے اور اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ کلمات اذان:

اگر ہم کلمات اذان پر غور کریں تو تمام کلمات اذان، اللہ اور رسول کریم کے ذکر پر مشتمل ہیں۔ کلمات اذان کا کوئی ایک لفظ بھی ایسا نہیں، جسے مسجد کے اندر پڑھنا اور کہنا جائز نہ ہو کیونکہ مسجد بنانے کا مقصد ہی یہ ہے کہ مسجد میں اللہ اور اس کے رسول کا ذکر کیا جائے۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

"مَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ"۔[44]

"(بھلا) مساجد میں اللہ کے نام کا ذکر کرنے سے منع کرنے والے سے زیادہ ظالم بھی کوئی ہو سکتا ہے"۔

یعنی مساجد کی تعمیر کا مقصد یہی ہے ان میں ذکر خدا ہو اور جو شخص مساجد میں ذکر الٰہی سے منع کرتا ہے، وہ ظالم ہے۔

مثلا: اذان کا پہلا کلمہ "اللَّهُ أَكْبَر" ہے اور یہ کلمہ نمازی کے لیے ہر نماز کے بعد 34 مرتبہ پڑھنا مستحب و پسندیدہ ہے، جیسا کہ کتب احادیث میں یہ حدیث موجود ہے کہ:۔

---

[44]۔ البقرۃ:114۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء خادم لینے کی غرض سے حضور ﷺ کے پاس تشریف لائیں تو آپ ﷺ نے کہا کہ میں تمہیں وہ چیز نہ بتادوں جو خادم سے بہتر ہو تم "سُبْحَانَ اللہِ 33 بار، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ 33 بار، اَللہُ اَکْبَرْ 34 بار" ہر نماز کے وقت اور سوتے وقت پڑھ لیا کرو۔[45]

باالفاظ دیگر یہی روایت حضرت علی سے بھی مروی ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہرا کو خبر ملی کہ رحمت عالم کے پاس کچھ غلام آئے ہیں، لہذا سیدہ فاطمۃ الزہرا کاشانہ نبوی میں حاضر ہوئیں کہ چکی پیسنے کے باعث ہاتھوں کو پہنچنے والی تکلیف کا ذکر کے اپنے ابا جان سے ایک خادم طلب کریں لیکن حضور اس وقت گھر میں تشریف فرما نہیں تھے انہوں نے حضرت عائشہ سے اس بات کا ذکر کیا پھر جب نبی کریم گھر تشریف لائے تو حضرت عائشہ نے بتایا کہ فاطمہ اس مقصد کے لیے آئی تھیں۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ نبی کریم ہمارے پاس ایسے وقت میں تشریف لائے کہ ہم اپنے بستر لے چکے تھے، ہم آپ کے استقبال میں اٹھنے لگے تو فرمایا اپنی جگہ پر رہو، آپ میرے اور فاطمہ کے درمیان بیٹھ گئے حتی کہ آپ کے قدموں کی ٹھنڈک میں نے اپنے پیٹ پر محسوس کی، آپ نے فرمایا:"میں تمہیں تمہارے سوال سے بہتر چیز نہ بتاؤں جب تم اپنے بستر لے لو، تو "سُبْحَانَ اللہِ 33 بار، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ 33 بار، اَللہُ اَکْبَرْ 34 بار" پڑھ لیا کرو یہ تمہارے لیے خادم سے بہتر ہے"۔[46]

ہر نمازی اس کلمہ کو مسجد میں ہی پڑھتاہے تو جب ہر نمازی کے لیے تسبیح کے طور پر "اللہ اکبر" کو مسجد کے اندر پڑھنا جائز ہے تو پھر مؤذن کے لیے بھی اس کلمہ کو اذان کے طور پر مسجد کے اندر پڑھنا جائز ہو گا۔

کلمات اذان میں دوسرا کلمہ "أَشْہَدُ أَنْ لاَ إِلَہَ إِلاَّ اللہ" ہے اور تیسرا کلمہ "أَشْہَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللہ" ہے۔ متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ مسجد نبوی میں یہی کلمہ پڑھ کر صحابہ اپنے اسلام وایمان کا اعلان کرتے تھے تو جب یہ کلمہ مسجد میں شہادت کے طور پر پڑھنا جائز ہے تو یقینا اذان کے طور بھی اس کلمہ کو مسجد کے اندر پڑھنا جائز ہو گا۔ الغرض کلمات اذان میں سے ہر کلمہ ذکر خدا، اور ذکر مصطفی پر مشتمل ہے اور

45۔ صحیح مسلم، باب استحباب الذکر بعد الصلوۃ / رقم الحدیث:595۔

46۔ ایضا / رقم الحدیث:595۔

مسجد بنانے کا مقصد ہی یہ ہے کہ اس میں خدا اور رسول کا ذکر کیا جائے تو یقیناً دیگر ذکر واذکار کی طرح اذان کے کلمات بھی مسجد کے اندر کہنا جائز ہے کیونکہ کلمات اذان بھی تو اللہ اور اس کے رسول ذکر پر مشتمل ہیں۔

2۔ **کلمات اقامت :**

اس حوالہ سے میری دوسری عقلی دلیل کلمات اقامت ہیں۔

روز اول سے امت مسلمہ کا معمول ہے کہ جب نماز کھڑی ہونے کا وقت ہوتا ہے تو مؤذن کلمات اذان کو ہی اقامت کے طور پر مسجد کے اندر مصلی امامت سے متصل پچھلی صف میں کھڑے ہو کر بلند آواز سے پڑھتا ہے تاکہ نمازیوں کو پتہ چل جائے کہ نماز کھڑی ہو گئی ہے اور اس پر نہ تو آج تک کسی نے اعتراض کیا اور نہ ہی کسی نے اسے ناجائز و حرام کہا بلکہ اس کے جواز پر امت کا اجماع ہے۔ بڑی حیرانی والی بات ہے کہ جب یہی کلمات، اذان کے طور مسجد کے اندر کہے جائیں تو آج کے بعض علماء اسے ناجائز کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ مسجد کے اندر اذان دینا خلاف سنت و مکروہ ہے کیونکہ اذان اعلان ہے اور اعلان مسجد میں جائز نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اقامت بھی تو اعلان ہی ہے اذان نامی بڑا اعلان کر کے مؤذن نمازیوں کو مسجد کی طرف بلاتا ہے جب وہ آجاتے ہیں تو چھوٹے اعلان کے ذریعے نمازیوں کو بتاتا ہے کہ نماز کھڑی ہو گئی تو یہ عجیب، مضحکہ خیز بات نہ ہو گی کہ ایک ہی قسم کے الفاظ پر مشتمل ایک اعلان مسجد کے اندر جائز ہو اور دوسرا ناجائز و حرام ہو لہذا عقلی اعتبار سے بھی جب اقامت مسجد کے اندر جائز ہے تو اذان بھی جائز ہے بلکہ ذکر اللہ ہونے کی وجہ سے مسجد کے اندر اذان کا ہونا مستحب و مستحسن ہے۔

3 **جمعہ کی اذان ثانی:**

سوال

اذان کے حوالہ سے ایک سوال یہ بھی کیا جاتا ہے کہ جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے اندر دینا جائز ہے یا ناجائز؟ کیونکہ بعض علماء آج بھی جمعہ کی اذان ثانی کو منبر کے سامنے مسجد سے باہر یا مسجد کے دروازوں پر دلواتے ہیں اور کہتے ہیں مسجد کے اندر اذان جائز نہیں ہے۔

جواب:

جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے اندر دینا بلاشک وشبہ جائز ہے، جیسا کہ سطور بالا میں ہم مطلقا مسجد کے اندر اذان دینے کا جواز ثابت کر آئے ہیں تو جب پنجگانہ نماز کے لیے مسجد کے اندر اذان دینا جائز ہے تو جمعہ کی اذان ثانی بھی مسجد کے اندر دینا جائز ہے۔ ہاں البتہ مؤذن جب جمعہ کی اذان ثانی دینے لگے تو اسے چاہیے کہ خطیب جب منبر پر بیٹھ جائے تو خطیب کے سامنے پہلی صف میں کھڑے ہو کر اذان پڑھے کہ یہی سنت سے ثابت ہے۔

ھدایہ میں ہے:

"اذَا صَعِدَ الْإِمَامُ الْمِنْبَرَ جَلَسَ وَأَذَّنَ الْمُؤَذِّنُونَ بَيْنَ يَدِی الْمِنْبَرِ بِذَلِکَ جَرَی التَّوَارُثُ"۔[47]

جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو مؤذن منبر کے سامنے اذان پڑھے اسی پر توارث جاری ہے۔

العنایہ شرح ھدایہ میں ہے:

"الْمُعْتَبَرُ ہُوَ الْأَذَانُ عِنْدَ الْمِنْبَر"۔[48]

ترجمہ: معتبر یہ ہے کہ اذان منبر کے پاس دی جائے۔ درر میں ہے:

"فَإِذَا جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ أُذِّنَ بَيْنَ يَدَيْه"۔ [49]

ترجمہ: جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو اس کے سامنے اذان دی جائے۔

عون المعبود وحاشیہ ابن قیم میں ہے:

"أَنَّ الْخَطِيبَ إِذَا جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ أذن المؤذن أمام الخطيب ومستقبله عندالمنبر ولا يبعد المؤذن عن المنبر بحيث يكون على المنارة أو المأذنة أَوْ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ أَوْ عَلَى السَّطْحِ وَيَكُونُ الْمُؤَذِّنُ قَرِيبًا مِنَ الْخَطِيبِ عِنْدَ الْمِنْبَرِ جَرَى التَّوَارُثُ"۔[50]

---

[47] ۔الھدایۃ، باب الصلوۃ الجمعۃ، ج1،84

[48] ۔العنایۃ شرح الھدایۃ، باب صلاۃ الجمعۃ، 2،69۔

[49] ۔درر الاحکام شرح غرر الاحکام، ج2، ص141۔

[50] ۔الصدیقی، محمد أشرف بن أمیر بن علي بن حیدر، عون المعبود شرح سنن أبي داود، ومعه حاشیة ابن القیم، بیروت، دار الکتب العلمیة، ج3، ص305۔

ترجمہ: خطیب جب منبر پر بیٹھ جائے تو موذن خطیب کے سامنے، منبر کے پاس، خطیب کی طرف منہ کرتے ہوئے اذان پڑھے اور موذن منبر سے دور نہ ہو بایں طور کہ وہ مینارہ یا چبوترہ یا مسجد کے دروازہ یا مسجد کی چھت پر نہ ہو اور موذن منبر کے پاس، خطیب کے قریب ہو اسی پر توارث جاری ہے۔

فتاوی عالم گیری میں ہے: "اذا جلس علی المنبر اذن بین یدیه واقیم بعد تمام الخطبة"-[51]

ترجمہ: جب خطیب منبر پر بیٹھ جائے تو موذن خطیب کے سامنے اذان دے اور خطبہ کے مکمل ہونے کے بعد اقامت کہے۔لہذا عبارات مذکورہ معتمدہ سے ثابت ہوا کہ جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے اندر خطیب کے سامنے دی جائے تو جب جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے اندر دینا جائز ہے تو پھر پنج گانہ نمازوں کی اذانیں بھی بلاشک وشبہ مسجد کے اندر دینا جائز ہیں۔

سوال:

1۔ جمعہ کی اذان ثانی کا جواب دینا چاہیے یا نہیں۔؟

2۔ جمعہ کی اذان ثانی کے بعد دعا مانگنا جائز ہے یا ناجائز۔؟

جواب:

جمعہ کی اذان ثانی کا جواب دینے اور بعد از اذان دعاء مانگنے کا جواز احادیث صحیحہ وآثار صحابہ اور عبارات فقہا سے ثابت ہے۔

بخاری شریف میں ہے: "اذاسمعتم النداء فقولوا مثل مایقول المؤذن"۔ [52]

جب تم اذان سنو تو اس کی مثل کہو جو مؤذن کہتا ہے۔

مسلم شریف میں ہے:

---

[51]۔ الفتاوی الھندیۃ، دار الفکر، ج1، ص149۔

[52] ۔ صحیح بخاری، کتاب الصلوۃ، باب الاذان، ج1، ص126 / رقم الحدیث:611

"اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل مایقول ثم صلواعلی فانه من صلی صلاة صلی الله علیه بهاعشرا ثم سلوالله لی الوسیلة فانها منزلة فی الجنة لاتنبغی الا لعبد من عبادالله وارجوا ان اکون اناهو فمن سال الله لی الوسیلة حلت له الشفاعة"-[53]

ترجمہ: جب تم اذان سنو تو اس کی مثل کہو جو مؤذن کہتا ہے، پھر مجھ پر درود پڑھو جو شخص ایک دفعہ میری ذات پر درود پڑھتا ہے تو خدائے رحمان ورحیم اس پر دس بار رحمت نازل فرماتا ہے، پھر اللہ پاک سے میرے وسیلہ کی دعامانگو کیونکہ اللہ پاک نے اپنے مقرب بندوں کے لیے جنت میں ایک بلند مقام مقرر فرمایا ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں پس جو اللہ تعالی سے میرا وسیلہ مانگتا ہے تو اس کے لیے میری شفاعت حلال ہوگئی۔ بخاری شریف میں ہے:

"عن ابی امامة بن سهل بن حنیف قال سمعت معاویة بن سفیان و جالس علی المنبراذن المؤذن قال الله اکبرالله اکبر قال معاویة الله اکبر الله اکبر قال اشهد ان لااله الا الله فقال معاویه وانا فقال اشهد ان محمدا رسول الله فقال معاویه وانا فلما ان اقضی التاذین قال یاایهاالناس انی سمعت رسول الله ﷺعلی هذا المجلس حین اذن المؤذن یقول ماسمعتم منی من مقالتی"-[54]

حضرت ابی امامۃ بن سہل بن حنیف سے مروی ہے کہ میں نے حضرت معاویہ بن سفیان سے سنا اس حال میں کہ آپ منبر پر تشریف فرماتھے (جب) مؤذن نے اذان دیتے ہوئے کہا "اللہ اکبر اللہ اکبر" تو حضرت امیر معاویہ نے (جواب دیتے ہوئے) کہا "اللہ اکبر اللہ اکبر" پھر مؤذن نے "اشھد ان لاالہ الا اللہ" کہا تو آپ نے کہا "انا" پھر مؤذن نے "اشھد ان محمدا رسول اللہ" تو حضرت امیر معاویہ نے کہا "انا" پس جب اذان مکمل ہوگئی تو آپ نے فرمایا اے لوگو! میں نے رسول کریم سے اسی جگہ پر (یعنی منبر پر بیٹھے ہوئے) سنا جب مؤذن نے اذان دی تو آپ نے یہی فرمایا جو تم نے مجھ سے سنا ہے۔

[53] ۔ صحیح مسلم، ج1، ص288، باب القول مثل قول المؤذن، / رقم الحدیث: 384

[54] ۔ صحیح بخاری، ج2، ص8، باب: یجیب الإمام علی المنبر إذا سمع النداء / رقم الحدیث: 911

مذکورہ بالا احادیث کا عموم اس بات کا متقاضی ہے کہ جب بھی اور جہاں بھی کلمات اذان سنائی دیں تو جواب بھی دیا جائے اور بعد از اذان دعا بھی مانگی جائے۔مذکورہ بالا احادیث کے الفاظ کے عموم واطلاق کو دیکھتے ہوئے بعض علماء نے ہر وقت وہر قسم کی اذان کے جواب دینے کو واجب قرار دیا۔عام ازیں کہ وہ نومولود کی اذان ہو، یا اذان قبر یا پنجگانہ نماز کے لیے دی جانی والی مختلف اذانیں ہوں اور بعض علماء نے ان تمام قسم کی اذانوں کے جواب دینے کو مستحب قرار دیا اور انہوں نے کہا کہ ان احادیث کا عموم واطلاق استحباب کا متقاضی ہے۔بہر حال اذان کا جواب دینے اور اس کے بعد دعا مانگنے کو واجب قرار دیا جائے یا مستحب؛جمعہ کی اذان ثانی کا جواب ودعا کا جواز دونوں صورتوں میں ثابت ہو جاتا ہے۔

امام شامی لکھتے ہیں:

"هل يجيب اذان غير الصلوة كالاذان للمولود لم اره لائمتناوالظاهر نعم وظاهر الحديث"۔[55]ويظهرلى اجابة الكل بالقول لتعددالسبب وهوالسماع"-[56]

کیا نماز کے علاوہ اذان کا جواب دیا جائے گا، جیسے نومولود کی اذان؛ہمارے ائمہ نے اس پر کوئی رائے نہیں دی، ظاہراً جواب ہاں میں ہے۔اور یہی حدیث سے ظاہر ہے اور مجھ پر جو بات ظاہر ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ ہر قسم کی اذان کا جواب زبان سے دیا جائے کیونکہ جواب دینے کا سبب متعدی ہے، اور وہ سماع ہے۔

بدائع الصنائع میں ہے:

"ثم الاذان المعتبر يوم الجمعة هومايوتى به اذا صعد الامام المنبر وتجب الاجابة والاستماع له دون الذى يوتى به على المنارة"-[57]

پھر جمعہ کے دن اس اذان کا اعتبار کیا جائے گا جو اس وقت دی جاتی ہے، جب امام منبر پر بیٹھ جائے اور اس اذان کا جواب دینا اور سننا واجب ہو گا نہ کہ اس اذان کا جو مینارہ پر دی جاتی ہے۔

مولانا نور اللہ نعیمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

---

[55] ۔ردالمحتار، ج3، ص193

[56] ۔ایضا

[57] ۔بدائع الصنائع، فصل بیان محل وجوب الاذان، ج1، ص152۔

"ہاں اس اذان کا جواب بھی جائز ہے اور بعد ازاں دعائے اذان بھی جائز ہے کہ اجابتِ اذان و دعا کی حدیثیں مطلق ہیں اپنے اطلاق سے اذان ثانی کو بھی شامل ہیں"۔[58]

دوسری جگہ رقم طراز ہیں:

"بہر حال استحباب سے کم کسی کا قول نہیں تو ثابت ہوا کہ اذانِ ثانی کا جواب کم از کم مستحب ضرور ہے"۔[59]

مختصر یہ کہ سطور بالا میں پیش کی گئیں عبارات و تصریحات سے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی ہے کہ اذان شعائر اسلام میں سے ایک اہم شعار ہے، جس کی علت و غرض لوگوں کو پنج گانہ نماز کے لیے بلانا اور اعلائے کلمۃ اللہ ہے، جس کی ذمہ داری اسلام نے حکومت وقت پر ڈالی ہے۔ اسی لیے رسالت مآب کے دور حکومت سے لیکر حضرت عثمان ذی النورین کے دور تک اذان کی آواز دور تک پہنچانے اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے اذان مسجد کی چھت یا کسی بلند جگہ پر دی جاتی تھی۔ پھر آبادی بڑھ جانے اور ماحول میں شور شرابہ بڑھ جانے کے باعث جناب امیر معاویہ نے مساجد کے ساتھ مینار بنوائے تاکہ اذان کی آواز دور دراز تک پہنچ جائے۔ پھر بیسویں صدی میں سپیکر کا آغاز ہوا تو اذان کی آواز دور تک پہنچانے کے لیے اذان سپیکر پر دی جانے لگی۔

حاصل بحث:

زیر نظر تحریر کا حاصل بحث مندرجہ ذیل ہے:

1۔ اذان شعائر اسلام میں سے ایک اہم شعار ہے۔
2۔ اذان کی علت و غرض پنج گانہ نماز کے لیے لوگوں کو مسجد کی طرف بلانا اور اعلائے کلمۃ اللہ ہے۔
3۔ مسجد کے اندر لاؤڈ سپیکر پر اذان دینا جائز ہے۔
4۔ جمعہ کی اذان ثانی خطیب کے سامنے پہلی صف میں پڑھنا جائز ہے۔
5۔ جمعہ کی اذان ثانی کا جواب دینا اور اس کے بعد دعا مانگنا بھی جائز ہے۔

[58]۔ نعیمی، محمد نور اللہ، فتاوی نوریہ، اوکاڑہ، بصیر پور، فقیہ اعظم پبلی کیشنز، ج1، ص273۔

[59]۔ ایضا، ج1، ص282۔

6۔ اذان وجماعت کا قیام حکومت وقت کی ذمہ داریوں میں سے ہے۔

7۔ زمانہ رسول میں اذان کی آواز دور دراز تک پہنچانے کے لیے حضرت بلال کو اذان دینے کے لیے اسی لیے مقرر کیا گیا کہ صحابہ کرام میں ان کی آواز سب سے زیادہ بلند تھی، تا کہ مقصود حاصل ہو سکے۔